ادارۂ یادگارِ غالب ○ کراچی

صحتِ املا کے اصول

بپاسِ خاطر
شوکت حسین

رفیع الدین ہاشمی
۱۶ دسمبر ۲۰۱۷ء
(جامشورو)

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

ادارۂ یادگارِ غالب ○ کراچی

رؤف پاریکھ

معروضات

اُردو املا اور انشا کے انتشار میں ذرائع ابلاغ بالخصوص ٹی وی چینلوں نے اضافہ کر دیا ہے۔ آج اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اردو املا اور زبان کے اصول منضبط کیے جائیں اور ان کا معیار طے کیا جائے۔

محترم پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب معروف محقق اور اقبال شناس ہیں۔ تحقیق و تدریس و تصنیف کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ پنجاب یونی ورسٹی اورینٹل کالج (لاہور) میں صدر شعبۂ اُردو بھی رہے۔ تحقیق و تدوین اور اقبالیات کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کی املا کے مسائل پر بھی گہری نظر ہے۔ اس موضوع پر ان کا یہ کتابچہ ۲۰۰۹ء میں پہلی بار شائع ہوا تھا اور فوراً ہی فروخت ہو گیا۔ لیکن اس کی طلب بڑھتی جا رہی تھی لہٰذا اسے ایک بار پھر شائع کیا جا رہا ہے۔

اگرچہ اس میں بیان کیے گئے بعض اُصولوں سے ہمیں یا آپ کو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن بہرحال یہ ایک عالم اور محقق کے خیالات ہیں اور جہاں ان سے اتفاق ضروری نہیں وہاں ان سے بے دلیل یا بے سبب اختلاف بھی درست نہ ہو گا۔ یہ کتابچہ اس خیال سے پیش ہے کہ اہلِ علم اس پر غور فرمائیں اور چونکہ اس میں بیان کیے گئے بیشتر اصول مدلل اور قابلِ غور بلکہ قابلِ قبول ہیں لہٰذا یہ طلبہ کے لیے بھی مفید ہے۔

ہم ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے ہماری درخواست پر اس کتابچے کی ادارۂ یادگارِ غالب سے اشاعت کو منظور فرمایا۔

گزارش

اردو پاکستان کی قومی زبان ہے لیکن اپنے ہی ملک اور اپنے ہی دیار میں گوناں گوں مشکلات، مسائل اور بے انصافیوں کا شکار ہے۔ اس کی سرپرستی کرنے والا کوئی نہیں۔ پاکستان کا دستور اور عدالتیں بھی اردو زبان کو اس کا حق اور انصاف دلانے میں ابھی تک ناکام ہیں ____ اردو کی مظلومیت کی ایک لمبی کہانی ہے۔

اردو زبان کی پس ماندگی کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس کے لکھنے کے طور طریقوں اور املا کی معیار بندی خاطر خواہ طریقے سے نہیں ہو سکی، جو کچھ ہوئی ہے تو اس پر عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ خلاف ورزی کرنے والوں میں اردو کے ادیب، شاعر، نقاد، اردو زبان سے متعلق ادارے اور اخبارات و رسائل بھی شامل ہیں۔

اردو کے بہت سے الفاظ مختلف کتابوں، رسالوں اور اخبارات میں مختلف طریقوں سے لکھے جاتے ہیں۔ املا کا یہ اختلاف اور انتشار ایک افسوس ناک صورتِ حال کی نشان دہی کرتا ہے۔ اس اختلاف کو کم کرنے اور دُور کرنے کے لیے ذیل میں چند اصول اور قاعدے بیان کیے جا رہے ہیں۔ ہر اصول اور ہر قاعدہ کسی نہ کسی دلیل یا سبب سے متعین کیا گیا ہے۔ ان اصولوں کو اختیار کرنے سے اردو املا کی بے قاعدگیاں کم ہو سکتی ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اردو تحریروں میں کم از کم ان اصولوں کی پابندی کر لی جائے تو بڑی حد تک املا کے انتشار سے نجات مل سکتی ہے۔

یہ اصول اور قاعدے ہم نے نامور ماہرینِ املا (بابائے اردو مولوی عبدالحق،

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، رشید حسن خاں، ڈاکٹر فرمان فتح پوری وغیرہ) اور بعض اہم اداروں (انجمن ترقی اردو، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد اور ترقی اردو بیورو دہلی) کی مرتب کردہ سفارشاتِ املا اور اس موضوع پر متعدد ورک شاپوں، سیمی ناروں اور بحث مباحثوں میں شرکت یا ان کی رودادوں کے مطالعے اور ان پر غور و فکر کے بعد مرتب کیے ہیں۔

اخبارات و رسائل میں املا کی بے ضابطگیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کے سابق صدر نشین اور استاد محترم ڈاکٹر وحید قریشی نے مخزن (شمارہ ۱۲) میں اس پر تشویش ظاہر کی تھی مگر ان کی آواز بھی صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ انھی دنوں ہم نے اخبار و رسائل سے حسب ذیل الفاظ نوٹ کیے ہیں۔ (صحیح املا قوسین کے اندر دیا گیا ہے۔)

پنچائیت (پنچایت)۔ سرائیت (سرایت)۔ ذہین و فطین (ذہین و فطین)۔ ترجیحی (ترجیحی)۔ طفنن طبع (تفنن طبع)۔ دل پزیر (دل پذیر)۔ قوائد (قواعد)۔ لاپرواہی (لاپروائی)۔ گوارہ (گوارا)۔ معمور کیا (مامور کیا)۔ مطمع نظر (مطمحِ نظر) وغیرہ۔

افسوس ناک بات یہ ہے کہ ہایر ایجوکیشن کمیشن نے جامعات کے جن رسائل کو معیاری تحقیقی مجلات (Approved Research Journals) قرار دیا ہے، ان میں بھی املا کے کسی ضابطے کی پابندی نہیں کی جاتی، بلکہ ایک ہی رسالے کے مختلف مضامین میں املا کا اچھا خاصا ''تنوع'' نظر آتا ہے۔

جامعات کے ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالات میں بھی املا کی صورتِ حال کم و بیش ایسی ہی ہے۔ مقالات کو نہ صرف اپنے مباحث اور اسلوب بیان بلکہ املا کے اعتبار سے بھی ''مستند'' خیال کیا جاتا ہے____ لہٰذا تحقیق کاروں کے لیے صحتِ املا کا خیال رکھنا ازبس ضروری بلکہ ناگزیر ہے۔ ہمارے نزدیک کسی تحقیقی مقالے میں صحتِ املا سے غفلت اور لاپروائی ناقابل معافی ہے۔

آئندہ صفحات میں پیش کردہ تمیں تجاویز کے ذریعے صحتِ املا کا ایک راستہ دکھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ کھلے ذہن کے ساتھ ان پر غور کریں۔ ان میں سے جتنے نکات پر آپ کا دل مطمئن ہو، اپنی تحریروں میں ان پر عمل پیرا ہو جائیے اور اپنے دائرہ اختیار میں اُن اصولوں کو رائج کرنے کی کوشش کیجیے۔

یہاں ایک وضاحت ضروری ہے کہ یہ کتابچہ نام نہاد ''عالم گیریت'' کے بخار میں مبتلا اُن بقراط صفت دوستوں کے لیے نہیں ہے جو ''عالم گیریت'' کی قربان گاہ (املا کی تو حیثیت ہی کیا ہے، بذاتِ خود) اردو زبان اور اس کے رسم الخط کا بلی دان (قربانی) دینے کے لیے بھی تیار بیٹھے ہیں۔ اردو کے اہل قلم خصوصاً تحقیقی مقالہ نویسوں سے یہ توقع ہے کہ وہ امکانی حد تک ان اصولوں کو اختیار کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس سے اردو زبان کا بھلا اور تحقیقی مقالے کے صُوری حسن اور معیار میں اضافہ ہوگا۔

راقم نے یہ مضمون ۲۰۰۳ء کے آخر میں مرتب کیا تھا۔ ۲۰۰۴ء کے اوائل میں بعض احباب اور اداروں کو بھیجا گیا۔ متعدد رسائل (اخبارِ اردو اسلام آباد، کتاب نما دہلی، ہماری زبان دہلی، وغیرہ) میں شائع بھی ہوا۔ بعض احباب کے مشوروں اور تجاویز کی روشنی میں اب یہ مضمون نظرِ ثانی کے بعد پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں، میں ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر اور جناب عبدالستار غوری کی توجہ کا ممنون ہوں۔

۵/اپریل ۲۰۰۹ء

رفیع الدین ہاشمی

سابق صدر شعبۂ اردو

پنجاب یونی ورسٹی، اورینٹل کالج لاہور

rdhashmi@yahoo.com

حرفِ دوّم

یہ کتابچہ ۲۰۰۹ء میں ادارہ مطبوعات سلیمانی، لاہور نے شائع کیا تھا۔ خاصے عرصے سے ختم تھا۔ طلبہ سے استفسارات موصول ہوتے تھے، یہ لفظ کیسے لکھا جائے گا؟ اس کا املا کیا ہوگا؟ نگران اساتذہ کہتے ہیں: مقالے کا املا درست ہونا چاہیے، آپ کا کتابچہ کہاں سے دستیاب ہوگا؟ کب چھپے گا؟

راقم نے طبع ۲۰۰۹ء پر نظرِ ثانی کر کے اس میں کچھ اضافے کیے ہیں۔ امید ہے صحتِ املا کا خیال رکھنے والے ان اضافوں کو بھی مفید پائیں گے۔

رفیع الدین ہاشمی

۲۴ر رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ — پروفیسر شعبۂ اقبالیات

۳۰ر جون ۲۰۱۶ء — پنجاب یونی ورسٹی، اورینٹل کالج لاہور

صحتِ املا کے چند اصول اور قاعدے

۱۔ حتی الوسع لفظوں کو الگ الگ لکھنا چاہیے، خصوصاً مرکبات کو، مثلاً:

ان کو	آپ کے	کے لیے	جائے گا
جس قدر	خوب صورت	آج کل	قلم کار
عقل مند	بے شک	بے خوف	ہم قدم

انھیں یوں لکھنا درست نہ ہوگا:

انکو	آپکے	کیلیے	جائیگا
جسقدر	خوبصورت	آجکل	قلمکار
عقلمند	بیشک	بیخوف	ہمقدم

۲۔ انگریزی اور یورپی الفاظ کو بھی الگ الگ لکھا جائے تو اس طرح انھیں پڑھنا نسبتاً آسان ہوگا، مثلاً:

کاپی رائٹ	پبلی کیشنز	یونی ورسٹی	سیمی نار
انڈی پینڈنٹ	ٹیلی گراف	ٹیلی وژن	ٹیلی فون
انسٹی ٹیوٹ	ایجی ٹیشن	سائنٹی فک	انسائی کلوپیڈیا

البتہ بعض الفاظ ملا کر ہی لکھے جائیں گے، جیسے: کانفرنس۔ پارلیمنٹ۔ میونسپلٹی وغیرہ

۳۔ مرکب حروف (بھ۔تھ۔ٹھ وغیرہ) ہمیشہ ہائے مخلوط یا دوچشمی ''ھ'' سے لکھے جاتے ہیں، جیسے:
انھوں، انھیں، تمھارا، جنھیں، کولھو، کمھار، بھائی، دلھن، سرھانا، بھٹی، دھندا، کلھاڑی،
سیدھا وغیرہ۔ ''مجکو'' غلط اور ''مجھ کو'' صحیح ہے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ:

(الف)۔'ہ' جب لفظ کے درمیان میں آئے اور ماقبل اور مابعد آنے والے حرف سے جڑی ہوئی ہو تو ہائے کہنی دار کہلائے گی۔ مثلاً: بہت، کہنی وغیرہ

(ب)۔کسی لفظ کے شروع میں آنے والی 'ہ' ہائے ہوز کہلاتی ہے، ہائے کہنی دار نہیں، مثلاً:
ہمیشہ، ہے، ہی وغیرہ

(ج)۔اسی طرح کسی لفظ کے درمیان آنے والی 'ہ' اگر ماقبل حروف سے جڑی ہوئی نہ ہو تو وہ بھی ہائے ہوز ہوگی، ہائے کہنی دار نہیں، مثلاً: دہلی، لاہور وغیرہ

(د)۔چنانچہ کہنی دار 'ہ' اور ہائے ہوز والے لفظوں کو دوچشمی ''ھ'' سے لکھنا قطعی غلط ہوگا، مثلاً:
ھم، ھمیں، ھنزہ، ھمیشہ......غلط ہے۔ہم، ہے، ہمیں، ہنزہ، ہمیشہ......صحیح ہے۔

(ہ)۔ہائے مخلوط یا دوچشمی ''ھ'' اور ہائے کہنی دار میں امتیاز کرنا ضروری ہے۔ ورنہ لفظوں کے معنی بدل جائیں گے، جیسے: بھائی اور بہائی......گھر اور گہر......بھی اور بہی......یہ سب مختلف المعانی الفاظ ہیں۔

۴۔بعض عربی الفاظ کے آخر میں الف کی آواز ہے، مگر وہاں بجائے الف کے ''ی'' اور ''واؤ'' لکھی جاتی ہے اور اس پر چھوٹا الف (الف مقصورہ) نشان کے طور پر بنا دیا جاتا ہے (اسے کھڑا زبر بھی کہتے ہیں) جیسے: ادنیٰ، اعلیٰ، ربوٰ......مگر اس قبیل کے کئی الفاظ اردو میں پورے الف سے رائج ہیں، جیسے: تماشا، تقاضا، ماجرا، مدعا، تمنا، ربا وغیرہ......ایسے لفظوں کا املا اس طرح مناسب ہوگا: ادنا، اعلا، مولا، دعوا، فتوا، معرا، مقفا وغیرہ......البتہ چند الفاظ کو بطور استثنا، اس طرح لکھنا مناسب ہوگا، جیسے: مصطفیٰ، مجتبیٰ، موسیٰ، عیسیٰ، تعالیٰ،

ید طولیٰ، سدرۃ المنتہیٰ، اَولیٰ، اُولیٰ، عقبیٰ، وغیرہ۔

۵۔ سابقوں اور لاحقوں (بہ، چہ، کہ) کو ملا کر لکھنا بہتر ہوگا، مثلاً: بلکہ، چنانچہ، کیونکہ، چونکہ، جبکہ، بشرطیکہ، بخدا، بخوبی، بدقت، بہرحال، بدستور، بدولت، باندازِ، بطور، بحیثیت، بلحاظ وغیرہ۔

۶۔بعض عربی الفاظ کے درمیان حروف پر چھوٹا الف (کھڑا زبر) آتا ہے (جیسے اسمٰعیل رحمٰن) بہتر ہے، ایسے الفاظ پورے الف سے لکھے جائیں۔اس طرح کمپوزنگ میں بھی آسانی ہوگی، مثلاً: ابراہیم، اسماعیل، رحمان، اسحاق، یاسین، مولانا (نہ کہ مولینا) لقمان، زکات، صلات (نماز) حیات وغیرہ۔

۷۔عربی اور ترکی کے کچھ الفاظ کو (اسی طرح غیر عربی یعنی انگریزی، ہندی اور یورپی زبانوں کے) الفاظ کو بھی ''ہ'' سے نہیں، بلکہ الف سے لکھنا درست ہے، مثلاً: ملغوبا، قورما، سانچا، ڈاکیا، شوربا، ڈھانچا، معما، تماشا، بقایا، تمغا، مچلکا، حلوا، مربا، چغا، خون خرابا، ناشتا، آریا، خارا، داروغا، کٹورا، غنڈا، راجا، دھماکا، دھوکا، بھروسا، کلیجا، پتا (ڈاک کا پتا)، پتّا (درخت یا تاش کا پتّا)، پتا (والد)، باڑا، بلبلا، تارا، گھونسلا، میلا، انگارا، فرما، انڈا، کمرا وغیرہ۔

۸۔اسمائے معرفہ مروج طریقے سے لکھے جائیں گے، جیسے: افریقہ، مرہٹہ، کلکتہ، چیکوسلواکیہ، آگرہ، شملہ، پٹنہ، ہزارہ، بنگلہ دیش، امریکہ وغیرہ۔

۹۔بعض لفظوں میں ہمزہ اور بعض میں ''ی'' کا استعمال اس طرح ہوگا:

غلط	صحیح	غلط	صحیح
لئے	لیے	چاہئے	چاہیے
چاہئیں	چاہییں	لکھئے	لکھیے
کیجئے	کیجیے	دیئے	دیے

۱۰۔''انشاءاللہ'' کا املا قرآن پاک کے مطابق اس طرح لکھنا ضروری ہے: ''ان شاءاللہ''۔ اگر اسے ملا کر ''انشاءاللہ'' لکھیں گے تو اس کے معنی مختلف ہو جائیں گے۔

۱۱۔اضافت کے قاعدے میں پہلے لفظ کے آخری حرف کے نیچے زیر آتا ہے، جیسے: ماہِ رمضان، تحریکِ اسلامی، اتمامِ حجت...... مگر جن لفظوں کے آخر میں یائے ساکن ہوتی ہے، اضافت کی صورت میں اس ''ی'' کے نیچے زیر آئے گی (نہ کہ ہمزہ) مثلاً:

غلط:	مرضئ خدا	رعنائ خیال	آزادئ وطن
صحیح:	مرضیِ خدا	رعنائیِ خیال	آزادیِ وطن

ایسے مقامات پر ہمزہ لکھنا، مرزا غالب کے الفاظ میں ''عقل کو گالی دینا ہے۔''

۱۲۔عربی جمع اور مصادر کے آخر میں ہمزہ آتا ہے مگر اردو میں نہ صرف ان کے آخر میں، بلکہ الف پر ختم ہونے والے تمام الفاظ کے آخر میں ہمزہ نہیں لکھیں گے، مثلاً: ابتدا، انتہا، ارتقا، التوا، ابتلا، استدعا، اولیا، انبیا، جہلا، وزرا، فقرا، حکما، غربا، املا، اخفا، القا، ایشیا، لا کالج...... صحیح ہے...... البتہ عربی تراکیب میں ''ء'' لکھا جائے گا، جیسے: عطاءاللہ، ضیاءالحق، اختر النساء وغیرہ۔

الف پر ختم ہونے والے انگریزی الفاظ کے آخر میں ہمزہ لکھنا تو قطعی غلط ہے (بلکہ حماقت ہے، کیوں کہ ہمزہ صرف عربی الفاظ کے ساتھ آتا ہے) مثلاً: مارشل لا، بار ایٹ لا...... صحیح ہے اور: مارشل لاء، بار ایٹ لاء...... غلط ہے۔

۱۳۔الف پر ختم ہونے والے الفاظ اگر مرکب اضافی میں مضاف بن کر آئیں تو انھیں لکھنے کی صحیح صورت یہ ہوگی: حکمائے اسلام، ابتدائے کار، بوئے گل...... یعنی ''ے'' پر ہمزہ نہیں ہوگا، کیوں کہ ''ے'' اضافت کی علامت ہے، اور ہمزہ کی قائم مقام ہے، اس کے اوپر ایک

اور ہمزہ لگانا زائد اور غیر ضروری ہے۔

۱۴۔مرکب عطفی لکھنے کی صحیح صورت یہ ہوگی: شعراوادبا، فقراومساکین، آباواجداد...... وغیرہ۔

۱۵۔قانونِ امالہ: جن واحد مذکر لفظوں کے آخر میں ''ہ'' یا ''الف'' ہو، اور ان کی جمع یائے تحتانی (ے) لگانے سے بن سکتی ہو اور ان کے فوراً بعد حروفِ عاملہ (مغیرہ) یعنی: تک، سے، کو، کے، کی، میں، پر، وغیرہ میں سے کوئی حرف آئے تو اردو املا میں اس ''ہ'' یا ''الف'' کو یائے تحتانی سے بدل دیا جائے گا، مثلاً:

☆۔آپ کے بارہ میں...... کو اس طرح لکھیں گے: آپ کے بارے میں......

☆۔اس افسانہ کا...... کو اس طرح لکھیں گے: اس افسانے میں......

☆۔تمھارے بھروسا پر...... کو اس طرح لکھیں گے: تمھارے بھروسے پر......

☆۔اس چوراہا تک چلے جاؤ...... کو اس طرح لکھیں گے: اس چوراہے تک چلے جاؤ۔

بعض استثنائی صورتیں بھی ہیں، مثلاً: میں انبالے کا رہنے والا ہوں یا وہ تین دن پہلے مدینے پہنچ گیا، وغیرہ...... خیال رہے کہ بعض الفاظ امالہ قبول نہیں کرتے، جیسے: امریکہ، دادا، نانا، چچا، ابا، ایشیا، والدہ وغیرہ۔ اسی طرح زیادہ تر اسمائے معرفہ بھی جوں کے توں رہیں گے، جیسے: کانگو، افریقہ، ایتھوپیا، امریکہ، برما، ہمالیہ، رقیہ، جمیلہ وغیرہ۔

۱۶۔گول ''ۃ'' والے عربی کے متعدد لفظ حیاۃ، نجاۃ، رحمۃ وغیرہ، اردو میں ''ت'' سے رائج ہیں۔ انھیں سب لوگ بلا تکلف حیات، نجات، رحمت وغیرہ لکھتے ہیں۔ مناسب ہے کہ ایسے سب الفاظ ''ت'' سے لکھے جائیں، جیسے: حیات، ممات، نجات، بابت، مسمات، تورات، صلات، زکات وغیرہ۔

۱۷۔ بعض فارسی الفاظ، اردو میں فارسی ہی کے طریقے پر اور کبھی اس سے مختلف انداز میں لکھے جاتے ہیں۔ اردو میں یکساں اصول اختیار کرتے ہوئے ایسے الفاظ کا یہ املا مناسب ہے: آئندہ، نمائندہ، آزمائش، نمائش، آلائش، آرائش، آسائش وغیرہ...... ہمزہ سے لکھے جانے والے کچھ عربی الفاظ یہ ہیں: لائق، فائق، شائع، حائل، مائل، رسائل، حقائق، مسائل، عقائد وغیرہ۔

۱۸۔ چلنے، چھوڑنے اور پار کردینے کے معانی میں گذاردن، گذشتن اور گذاشتن کو اوران سے بننے والے لفظوں کو "ذ" سے لکھا جائے گا، جیسے: گذشتہ، سرگذشت، رہ گذر، گذرگاہ، درگذر، رفت گذشت، واگذاشت وغیرہ۔

۱۹۔ ادا کرنے، پیش کرنے اور شرح کرنے کے معانی میں گزاردن مصدر اور اس سے بننے والے الفاظ "ز" سے لکھے جائیں گے، جیسے: نمازگزار، تہجدگزار، خدمت گزار، شکر گزار، عرضی گزار، گزارش (اگر اسے "گذارش" لکھیں گے تو یہ "گذاشتن" سے مشتق قرار پائے گا اور اس کے معنی ہوں گے: چھوڑنا)

۲۰۔ پذیرفتن (قبول کرنا) سے پذیرائی، دل پذیر، اثر پذیر وغیرہ صحیح ہے، نہ کہ پزیرائی، دل پزیر، اثر پزیر...... وغیرہ۔

۲۱۔ گزیدن (پسند کرنا، قبول کرنا) اور گزیدن (کاٹنا، ڈنگ مارنا) سے بننے والے الفاظ "ز" سے صحیح ہیں: جاگزیں، خلوت گزیں، برگزیدہ، مردم گزیدہ، مارگزیدہ...... وغیرہ۔

۲۲۔ گزرنا، گزارنا اردو کے مصدر ہیں۔ ان سے بننے والے الفاظ "ز" سے لکھے جائیں گے، مثلاً: گزارا، گزراہوں، گزرجانا، گزارنا (شکر خدا کہ گزارا ہو رہا ہے) گزربسر، گزار لینا، گزار دینا وغیرہ۔

خیال رہے کہ اردو/ ہندی اور انگریزی الفاظ میں ہمیشہ "ز" لکھی جائے گی۔

۲۳۔ بعض الفاظ کا املا بالعموم غلط لکھا جاتا ہے۔ حسب ذیل الفاظ کے املا میں احتیاط ضروری ہے، مثلاً:

غلط	صحیح	غلط	صحیح
پرواہ	پروا	موقعہ	موقع
لاپرواہی	لاپروائی	عقاید	عقائد
سینکڑوں	سیکڑوں	ادائیگی	ادائی/ادائگی
پائیدار	پائدار	استعفیٰ	استعفا
اژدھام	ازدحام	ناراضگی	ناراضی
مصرعہ	مصرع	ذخار	زخار
معہ/بمعہ	مع	للہ	لِلّٰہ (اللہ کے لیے)

۲۴۔ بعض مرکب الفاظ کے املا میں غلطی کی جاتی ہے، مثلاً: عبدالطیف اور رحمت اللعالمین غلط ہے...... صحیح صورت یہ ہے: عبداللطیف اور رحمت للعالمین۔

۲۵۔ بعض ہم آواز الفاظ کے املا کا تعین، ان کے معانی کے اعتبار سے ہوتا ہے، مثلاً:

☆ بیضا (سفید، روشن) بیضہ (انڈا) ☆ نالا (ندی) نالہ (فریاد) ☆ ذرہ (چھوٹا ٹکڑا) ذرا (تھوڑا، قلیل) ☆ مسل (فائل) / مثل (مثال) ☆ لالہ (گل لالہ) لالا (لقب) ☆ زہرا (حضرت فاطمہؓ کا لقب) زُہرہ (ایک ستارہ) زہرہ (پتا، دلیری، ہمت) ☆ دانہ (بیج، دانہ گندم) دانا (عقلمند) ☆ آسیا (چکی) آسیہ (فرعون کی بی بی کا نام) ☆ پارہ (ٹکڑا، حصہ) پارا (سیماب) ☆ خاصہ (ص پر تشدید کے ساتھ، عربی

لفظ: طبیعت، عادت) خاصہ (بلا تشدید): وہ نفیس چیز جو بادشاہوں اور امراء و وزرا کے لائق ہو۔ شاہی دسترخوان کا کھانا، ایک قسم کا سفید کپڑا۔ان سب معنوں میں آتا ہے۔

☆ آزر (حضرت ابراہیمؑ کے والد / چچا کا نام)۔ بتانِ آزری اور آزر بت تراش...... صحیح ہے۔ آذر= (آگ۔ آذر کدہ= آتش کدہ)۔

لفظ "ہندوستان" عام طور پر واو کے بغیر پڑھا جاتا ہے لہٰذا اس طرح لکھا جائے تو بہتر ہے "ہندستان"...... البتہ کسی شعر میں حسب ضرورت "و" کے ساتھ "ہندوستان" لکھا اور پڑھا جائے گا۔

۲۷۔ بعض انگریزی الفاظ کا املا، اس طرح صحیح ہوگا:

بنک	نہ کہ:	بینک
بائبل	نہ کہ:	بائیبل
انجنیر	نہ کہ:	انجینیر وغیرہ

اب املا سے ہٹ کر، دو تین باتیں:

۲۸۔ اردو کتابوں، رسالوں اور عبارتوں میں ہندسے بھی اردو ہی میں لکھنا مناسب ہوگا جیسے:

۶۱۵،۱۳۶،۷...... نہ کہ: 615,136,7۔

۲۹۔ بعض انگریزی الفاظ، اب اردو کے الفاظ بن چکے ہیں۔ ان کی جمع اردو (نہ کہ انگریزی) قاعدے کے مطابق بنائی اور لکھی جائے گی۔ مثلاً: سکول کی جمع سکولوں (نہ کہ سکولز)، یونی ورسٹی کی جمع یونی ورسٹیوں (نہ کہ یونی ورسٹیز)، کالجوں، چیلنجوں (نہ کہ کالجز، چیلنجز)، پروگراموں، ججوں، ہائی کورٹوں صحیح ہے نہ کہ ججز، پروگرامز، ہائی کورٹز وغیرہ۔

خیال رہے کہ سکول، کالج، پروگرام، ہسپتال اور جج واحد ہیں مگر بخوبی اردو میں جمع

کے معنوں میں بھی استعمال ہوتے ہیں، جیسے دس سکول کھول گئے یا تین جج مقرر ہو گئے۔

"انگریزیت" کا جو بھوت، زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح ہماری زبان پر حملہ آور ہو رہا ہے اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔ بلا ضرورت انگریزی الفاظ کے استعمال سے گریز کیجیے۔ جہاں اردو الفاظ موجود ہوں وہاں انگریزی الفاظ استعمال کرنا بلا جواز اور غیر شعوری ذہنی غلامی کی علامت ہے۔

۳۰۔ کتابوں کے نام خطِ نسخ (کے کسی فونٹ) میں لکھنے چاہئیں۔ مثلاً بال جبریل، دینیات۔

السعی منی والاتمام من اللہ

☆☆☆

حرفِ آخر

اُردو کے معروف محقق اور نقاد ڈاکٹر عبدالستار صدیقی مرحوم لکھتے ہیں:

''ہر زبان کے لیے ضروری ہے کہ اس کے املا کے قاعدے منضبط ہوں اور ان قاعدوں کی بنیاد صحیح اصول پر ہو۔ اگر قاعدے معین نہ ہوں تو زبان کی یک رنگی اور یک سانی کو سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہوگا، اور اردو ابھی تک اس قسم کے خطرے میں ہے۔ عربی، فارسی، انگریزی، غرض ہر شائستہ زبان میں جو قاعدے مقرر ہیں، ہر لکھنے والا ان کی پوری پوری پابندی کرتا ہے، مگر اردو والے اپنے تئیں ہر قید سے آزاد سمجھتے ہیں۔ املا کی خرابی یا بے ضابطگی کی صورتیں جن کسی متمدن قوم کو پیش آئیں تو اس زبان کے زبان دانوں نے فوراً اس خرابی یا بے ضابطگی کی اصلاح کی۔ ترقی کرنے والی قومیں اس زمانے میں بھی اپنی زبان کے لفظوں کی لکھاوٹ میں ضروری ترمیم اور مناسب اصلاح کرتی رہتی ہیں۔ عام طور پر اصلاح کی ضرورت اس لیے پڑتی ہے کہ ایک لکھنے والا، اپنی رائے کو دخل دے کر، ایک غلط راہ اختیار کرتا ہے؛ اور دوسرے، بغیر تحقیق کیے ہوئے، اس غلطی کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔ جہاں کسی غلطی کی تکرار ہوئی، یا وہ کتابوں اور اخباروں میں راہ پا گئی؛ عوام کے لیے یہ ایک بہت بڑی سند ہو گئی کہ فلاں لفظ ایک کتاب میں یا کسی اخبار میں یوں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ بڑی مشکل یہ ہوتی ہے کہ ان لوگوں

کی تعداد بہت کم ہوتی ہے جو صحت اور اصول پر نظر رکھتے ہیں۔ بڑا گروہ، مقلدوں یا عادت کے بندوں کا ہوتا ہے، اور تدارک یا اصلاح کی ذمے داری اہلِ تحقیق پر عائد کی جاتی ہے۔ پس ایسی خرابیوں کا انسداد اس طرح ہو سکتا ہے کہ علمی انجمنیں اپنے فرض کا احساس کر کے، نہ صرف قاعدے بنائیں، بل کہ ہر ممکن ذریعے سے انھیں عمل میں لانے کی کوشش کریں۔''

پس اے میرے عزیز و محترم قاری!

فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ آپ صحت اور اصول پر نظر رکھنے والے ''بہت کم تعداد لوگوں'' میں شامل ہوتے ہیں یا ''مقلدوں اور عادت کے بندوں'' کے بڑے گروہ کے ساتھ جا کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر آپ مؤخر الذکر گروہ کے ساتھ ہیں تو آپ نے اس کتابچے کو پڑھنے میں ناحق وقت برباد کیا۔ میں آپ کے لیے دعا گو ہوں: اھدنا الصراط المستقیم۔

رفیع الدین ہاشمی

☆☆☆